AL-ILM Journal

Volume 5, Issue 2

ISSN (Print): 2618-1134
ISSN (Electronic): 2618-1142

Issue: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/
URL: https://www.gcwus.edu.pk/al-ilm/

Title	Fiqh e Islami ki Asri Ihtiaj aur Muasariyat
Author (s):	Dr. Naeem Anwar Al-azhari Muhammad Husnain
Received on: **Accepted on:**	26 September, 2020 20 Arpil, 2021
Published on:	10 October, 2021
Citation:	English Names of Authors, “Fiqh e Islami ki Asri Ihtiaj aur Muasariyat”, AL-ILM 5 no 2 (2021):112-130
Publisher:	Institute of Arabic & Islamic Studies, Govt. College Women University, Sialkot

فقہ اسلامی کی عصری احتیاج اور موثریت

ڈاکٹر نعیم انور الازہری*

محمد حسنین**

Abstract

Islam provides solutions to all the problems of every age, and its teachings are perfectly applicable to spatio-temporal issues. The universality and flexibility of Islam goes a long way in solving every issue of present time thus no issue remains unsolved. This is due to the Islamic Jurisprudence. The Islamic Jurists rely mainly on Quran and Ḥadīth to find solutions of newly raising problem; this characteristic and process of Islam is known as Ijtihād. A Mujtahid consults the Quran and Sunnah in the light of the principles of Ijtihād. As time progresses, new problems arise which are solved by Islamic Fiqh/ Ijtihād. This becomes a remarkable feature of Islam which makes it stand distinguished from the other religions. In this article the above mentioned contemporary importance of Islamic Jurisprudence will be discussed in the light of Qur'an and Ḥadīth of the holy prophet Muhammad (SAW).

Keywords: Ḥadīth, Fiqh, Uṣūl Fiqh, Ijtihād, Mujtahid, Ḥadūd and T‘azīrāt.

تعارف:

انسان مدنی الطبع ہے اس کی زندگی گزارنے کا سلسلہ دستوری رہنمائی کے بغیر ممکن نہیں اگر قانون اور شریعت موجود نہ ہوتی تو ہر شخص اپنی رائے کے مطابق چلتا اور دنیا فتنہ وفساد کا شکار ہو جاتی انسان کے لیے دین و شریعت اور قانون کی اہمیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا اللہ رب العزت نے انسانوں کی رہنمائی کے لیے مختلف رسولوں کو اپنی شریعت سے نوازا اور آخر میں حضرت محمد ﷺ کو ایسی جامع شریعت عطا فرمائی جو قیامت تک کے لیے انسانی زندگی کے ہر پہلو کے حوالے سے رہنمائی کرتی ہے دینی و دنیاوی امور کا کوئی ایسا پہلو نہیں جس کے حوالے سے اسلامی شریعت / اسلامی فقہ انسان کی رہنمائی نہ کرتا ہو جب ہم اسلامی فقہ پر غور وفکر کرتے ہیں تو ہم یہ جانتے ہیں کہ احکام العبادات، احکام الشخصیہ اور احکام المواریث قابل تغیر و تبدیل احکام نہیں ہیں یہ احکام تعبدی ہیں ان میں عقل کو زیادہ دخل نہیں ہے اس اعتبار سے زمانے کے ساتھ یہ تبدیل نہیں ہوتے ہیں اس کے برعکس احکام المعاملات میں احکام المدینہ، احکام الجنائیہ، احکام الدستوریہ، احکام الدولیہ اور احکام الاقتصادیہ یہ زمانہ کے ساتھ

---

*: اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، جی سی یونیورسٹی، لاہور

** انسٹرکٹر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، ورچوئل یونیورسٹی آف پاکستان، لاہور

بدلتے رہتے اس حوالے سے اصولی چیزوں کی رہنمائی دی ہے تفصیلی چیزوں سے اعراض کیا گیا ہے ان کے مصالح اور فوائد کا تعین مجتہدین کے اجتہاد اور انکی آراء پر چھوڑ دیا ہے وہ بدلتے زمانے کے ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں ان میں قانون سازی کریں اور اپنے اپنے حالات کے مطابق قوانین وضعیہ تشکیل دیں سارے کے سارے ریاستی اور تعزیری قوانین اس طرح تشکیل دیں تا کہ فقہ اسلامی کی وسعت و جامعیت ہر زمانے کے لیے قائم رہے۔

سابقہ تحقیق کا جائزہ

فقہ اسلامی ایک ایسا موضوع ہے جس پر فقہاء نے ضخیم اور کثیر الجلد کتب لکھی جن میں دین و دنیا کے ہر پہلو کی قرآن وسنت کی روشنی میں وضاحت کی گئی اور ہر نئے پیش آنے والے مسائل کو القرآن والسنہ کی روشنی میں بیان کیا گیا جیسا کہ المبسوط از محمد بن احمد سرخسی، ہدایہ برہان الدین ابوالحسن بن بکر مرغینانی، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد از ابن رشد وغیرہ اس کے علاوہ مسائل حل کے لیے فتاوی جات بھی تحریر کیے گئے لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے دلوں میں فقہ اسلامی کی افادیت میں کمی واقع ہوتی گئی لوگوں کا اس علم سے استفادے اور رہنمائی کا ذوق کم ہوتا گیا فقہ اسلامی تو آج بھی اپنی وسعت و جامعیت کے لحاظ سے ہماری رہنمائی کر سکتا ہے اسی تناظر میں زیر نظر تحقیقی آرٹیکل میں فقہ اسلامی کی عصری احتیاج اور موثریت کو بیان کیا گیا ہے یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر ابھی تک کوئی کتاب، تحقیقی مقالہ اور آرٹیکل نہیں لکھا گیا۔

قرآن وحدیث کو اتقن اور محکم انداز میں سمجھنا تقاضہ ایمان ہے اللہ کا کلام اپنے معانی اور مطالب میں بڑا ہی جامع ومانع ہے یہ اپنے علمی اعجاز میں فصاحت وبلاغت سے بھرپور ہے اس کی کامل تفہیم کے لیے انسان کو متعدد علوم کا حامل ہونا چاہیے اور اس پر مستزاد وہ اخذ واستنباط اور استدلال واستخراج احکام میں ماہرت تامہ رکھتا ہو اور ان ہی صفات کا حامل ہو تو کلام الہی اور کلام رسول ﷺ سے بھی اخذ واستنباطِ احکام شرح کر سکتا ہے اور ایسے حاملین فقہ میں تفقہ فی الدین اور علم فقہ میں رسوخ رکھنے والے ہوتے ہیں علم فقہ کی اسی اہمیت کو قرآن یوں اجاگر کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ[1]

(پس ایسا کیوں نہ کیا گیا کہ مومنوں کے ہر گروہ میں ایک جماعت نکل آئی ہوتی تا کہ دین میں فہم وبصیرت حاصل کرتی اور جب تعلیم وتربیت کے بعد وہ اپنے گروہ میں واپس جاتی تو لوگوں کو جہل وغفلت کے نتائج سے ہوشیار کرتی تا کہ وہ برائیوں سے بچ جاتے۔)

اس آیت کریمہ میں فقاہت اور تفقہ کا لفظ استعمال ہوا ہے تو تفقہ کے لفظ سے ہی فقہ کا لفظ مستعمل ہوتا ہے فقہ کا لفظ اپنے لغوی معنی میں "العلم بالشي"[2] کے لئے استعمال ہوتا ہے کسی بھی چیز، کسی بھی فعل اور کسی بھی مسئلے کو جاننے کو فقہ کہتے ہیں[3] فقہ کے معنی و مفہوم میں محض کسی چیز کا جاننا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس کو سمجھنا بھی انتہائی اہم ہے اس لیے فقہ کا لغوی معنی "الفهم له"[4] بھی ہے۔

کسی چیز کو جاننے کے ساتھ اچھی طرح سمجھنا بھی علم کہلاتا ہے اس لیے فقہ کا معنی کسی چیز کو مطلق جاننا نہیں بلکہ "لطیف الادراك" کیفیت کے ساتھ جاننا فقہ کہلاتا ہے اس لیے فقہ کا معنی یہ بیان کیا گیا ہے:

"الفقه ليس مطلق العلم بل دقة الفهم"[5]

کسی شے کو محض جاننا نہیں بلکہ کسی شی کو اچھی طرح جاننا اور اسی کی تہوں اور حقیقتوں سمیت اس کو سمجھنا بھی ہے اسی بنا پر فقہ کی تعریف میں "لطیف الادراک"[6] کی بات کی جاتی ہے کسی چیز کو انتہائی لطیف اور باریک بینی کے ساتھ جاننا فقہ کہلاتا ہے۔

علم فقہ کے اساسی مفاہیم

فقہ میں کسی شی کے علم کا معنی بھی پایا جاتا ہے ،فقہ میں فہم کا مطلب بھی ہے ، فقہ میں"دقة الفهم "اور"لطيف الادراك"کا مفہوم بھی ہے اور سب سے بڑھ کر فقہ میں"معرفة غرض المتكلم "کا معنی بھی پایا جاتا ہے فقہ کے ان لغوی معانی کی تائید ہمیں ان آیات قرآنی سے بھی میسر آتی ہے۔

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ[7]

اسی طرح سورۃ النساء میں ارشاد فرمایا:

فَمَالِ هٰٓؤُلَاۤءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا[8]

ان دونوں آیات میں" نفقه "اور"یفقهون" کے کلمات لفظ فقہ کے معنی کو واضح کرتے ہیں لفظ فقہ کے معانی میں سے امام زمخشری کے نزدیک دو معنی اور بھی ہیں۔

"الفقه حقيقة الشق والفتح"[9]

فقہ کا معنی کسی چیز کو چیرنا، پھاڑنا اور کھولنا ہے

جبکہ امام غزالی کے نزدیک فقہ کا معنی "کسی چیز میں عمیق فہم حاصل کرنا بیان کیا ہے اور کسی چیز میں گہرا تدبر کرنا ہے مزید براں دین میں کامل بصیرت حاصل کرنا فقہ کہلاتا ہے"[10]

جبکہ المستصفی میں انہوں نے فقہ کا معنی یہ بیان کیا ہے

"الفقہ عبارۃ عن العلم و الفہم فی اصل الوضع"[11]

فقہ کا لفظ اپنی اصل وضع کے اعتبار سے علم و فہم کی معنی کے لیے بنایا گیا ہے

ابن منظور نے لسان العرب میں واضح کیا ہے کہ فقہ کا معنی اپنی اصل میں کسی چیز کا فہم مطلق اور فہم کامل حاصل کرنا ہے اس لئے وہ بیان کرتے ہیں

"الفقہ فی الاصل الفہم"[12]

فقہ حقیقتاً اپنی اصل وضع میں فہم کا معنی رکھتا ہے۔

اس فقہ کے لفظ کو جب ہم اصطلاحی معنی کے اعتبار سے دیکھتے ہیں تو یہ اس کے مفاہیم و مطالب اور بھی یوں واضح ہوتے ہیں ابن حاجب مالکی نے فقہ کی اصطلاحی تعریف بڑے جامع الفاظ میں اسی طرح بیان کی ہے۔

"العلم بالاحکام الشرعیۃ العملیۃ من ادلتہا التفصیلیۃ بالاستدلال"[13]

شریعت کے عملی احکام کا ادلہ تفصیلیہ سے استدلال کے ساتھ جاننا فقہ ہے۔

سیف الدین آمدی شافعی نے اسی فقہ کی تعریف میں نظر اور استدلال کا اضافہ کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں:

"الفقہ مخصوص بالعلم الحاصل بجملۃ من الاحکام الشرعیۃ الفروعیۃ بالنظر والاستدلال"[14]

احکام شرعیہ فروعیہ کا وہ مخصوص علم جو نظر و استدلال سے حاصل ہو اس کو علم فقہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

علم فقہ کا ماخذ اور محل استدلال ادلہ تفصیلیہ ہیں ان ادلہ میں دلیل اوّل قرآن ہے پھر سنت و حدیث رسول ﷺ ہے پھر اجماع امت ہے اور اس کے بعد قیاس واجتہاد ہے علم فقہ احکام شرعیہ عملیہ کا نام ہے اور اسی علم فقہ کو احکام شرعیہ فروعیہ سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے احکام شرعیہ عملیہ ادلہ شرعیہ میں غور و فکر کرنے، استدلال واستنباط اور استخراج کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ کی تعریف فقہ:

امام ابو حنیفہ نے فقہ کی تعریف کو انسان کا اپنے نفس کے حقوق اور فرائض کو جاننے سے بیان کیا ہے وہ فرماتے ہیں۔

الفقہ: "معرفۃ النفس مالہا وما علیہا"[15]

نفس کا ان حقوق کو جاننا جو اس کے لیے ہیں اور نفس کا ان فرائض کو جاننا جو اس پر ہیں ان ہی حقوق و فرائض کو جاننے کو فقہ کہتے ہیں۔

علم فقہ اپنے ارتقائی سفر میں ابتداءً ایک جامع علم کا نام تھا اس کے مفہوم میں تنگی نہیں تھی بلکہ وسعت پائی جاتی تھی اس میں علم عقیدہ بھی آجاتا تھا اور یہ علم الاخلاق کو بھی شامل تھا اور علم العبادات کو بھی متضمن تھا اس لیے مسلم الثبوت میں اس حقیقت کو یوں واضح کیا گیا۔

"ان الفقه فی الزمان القدیم کان متنا و العلم الحقیقه و هی الالهیات من مباحث الذات و الصفات و علم الطریقة و هی مباحث المنجیات و المهلکات و علم الشریعة الظاهرة هو الفقه"[16]

زمانہ قدیم میں علم فقہ کا لفظ تین چیزوں پر بولا جاتا تھا اس میں علم العقیدہ آجاتا تھا جس کے تحت اس میں الھیات اور اللہ کی ذات وصفات سے بحث کی جاتی تھی، اس میں علم طریقت آجاتا تھا جس میں انسان کو نجات دینے والے اور ہلاکت میں ڈالنے والے اعمال سے بحث کی جاتی تھی اور اس میں علم شریعت کے ظاہری مسائل کا جاننا بھی آجاتا تھا۔

یہی وجہ کہ امام ابو حنیفہ کی تعریف کے مطابق فقہ کی تین قسمیں اور تین صورتیں بن جاتی ہیں پہلی قسم "الفقہ الاکبر" ہے یہ قسم فقہ عقیدے سے متعلق ہے عقیدے کی صحت اور درستگی اور عقیدے کی تصحیح وثقاہت کے بغیر اعمال کی انجام دہی بیکار ہے۔

جبکہ دوسری قسم فقہ کا تعلق **"الفقہ الاوسط"** نیت واخلاص سے متعلق ہے اس لیے کے عقیدے کی بنا پر قائم ہونے والے عمل اور اعمال کے اجر ثواب اور ثمرات کا تعلق اچھی نیت اور اخلاص پر منحصر ہے۔

تیسری قسم کا تعلق **"الفقہ الاصغر"** اعضا اور جوارح کے ظاہری اعمال سے ہے ان ظاہری اعمال کے علم اور تصحیح پر اعمال کی صحت اور درستگی کا انحصار ہے امام اعظم ابو حنیفہ کی تعریف علم فقہ اس آیت کریمہ سے ماخوذ ہے:

"لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ"[17]

فہم فقہ کی غرض وغایت:

کسب بھی انسانی نفس کرتا ہے اور فرائض بھی اسی نفس پر عائد ہوتے ہیں جوں ہی فقہ کے ارتقا کا سفر آگے بڑھا علم العقیدہ اس سے الگ ہو کر علم الکلام، علم التوحید اور علم اصول الدین کے نام سے متعارف ہو گیا اور یوں علم فقہ سے علم العقیدہ اور علم الکلام خارج ہو گیا اسی طرح احکام شرعیہ قلبیہ میں سے ریا، کبر، حسد، تواضع، حسن سلوک

اور حسن اخلاق والے اعمال وافعال علم التصوف والسلوک اور علم الاحسان کے نام سے علم الفقہ سے خارج ہوگئے جب تک علم فقہ کے ساتھ علم تصوف و سلوک بھی شامل تھا تو فقیہ کا کردار ایک ولی صفت کا کردار ہوتا تھا اور "**تفقہ فی الدین**" کی یہی غرض وغایت قرآن حکیم نے "**لِيُنذِرُوا قَوْمَهُم**"[18] کی صورت میں بیان کی ہے کہ وہ علم حاصل کرنے کے بعد اپنی قوم کو بھی اللہ سے ڈرائیں اور خود بھی اللہ کا خوف وخشیت رکھنے والے بنیں تو ایسے شخص کو عالم وفقیہ کہتے ہیں۔

آج علم فقہ کے طلباء، علماء اور حاملین فقہ میں دیکھنے اور پانے کے لئے ہمیں علم فقہ کے حقیقی مناظر کے لئے قرآنی تصور فقہ کی طرف لوٹنا ہوگا مروج علم فقہ صرف نکاح کا نام ہے اور طلاق کے مسائل کو بیان کرنے کا عنوان ٹھہر گیا ہے اور مسائل سلم واجارہ اور عتاق ولعان کا نام رہ گیا ہے ان مسائل کی دفعات اور جزئیات میں مشغول ہونے سے دل میں خوف الہی اور خشیت الہی کی کیفیات پیدا نہیں ہو سکتیں ان سے دل نرم ہونے کی بجائے دل سخت تو ہو سکتا ہے اور دل میں سوز و گداز کی بجائے قساوت و شقاوت تو آسکتی ہیں مگر خوف الہی سے دل کا لرزنا اور اللہ کی یاد میں تڑپنا نہیں آسکتا ہے علم فقہ در حقیقت ایک ملکہ و استعداد اور ایک استنباط و استدلال کی صلاحیت اور ایک دینی بصیرت کا نام ہے جس کے ذریعے احکام شریعت کو جانا جاتا ہے اور ان میں پنہاں اسرار حکمت و معرفت کا ادراک کیا جاتا ہے اور مسائل فقہ کی فقاہت اور واقفیت حاصل کی جاتی ہے اور نئے سے نئے فروعی مسائل کے حل کے لیے استنباط حکم شرعی کیا جاتا ہے ہر حکم کو انتہائی باریک بینی کے ساتھ جانا جاتا ہے جو شخص ان صفات و استعدادات اور صلاحیت استنباط واستدلال واستخراج کا حامل ہوتا ہے وہ فقیہ کہلاتا ہے علم فقہ میں سب سے پہلے ہم احکام شرعیہ عملیہ کو جانتے ہیں احکام کا لفظ حکم سے ہے حکم کی تعریف یہ کی گئی۔

"هو اثبات امر لاخر ایجابا و سلبا"[19]

کسی دوسرے کے لئے کسی چیز کو ایجابا اور سلبا ثابت کر دیناہی حکم کہلاتا ہے۔

اور علم فقہ میں یہ حکم بندوں کے افعال سے متعلق ہوتا ہے یہ افعال کبھی وجوب کی صورت میں ہوتے ہیں، کبھی مباح کی صورت میں ہوتے ہیں، کبھی حرمت کی صورت میں ہوتے ہیں، کبھی ان سے کراہت مقصود ہوتی ہے ، کبھی ان سے استحباب مطلوب ہوتا ہے، کبھی ان افعال کی صحت کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور کبھی ان افعال کے فساد اور بطلان کا حکم ثابت کیا جاتا ہے یہ ساری صورتیں بندوں کے افعال کی مختلف ھئیتیں اور مختلف حالتیں ہیں بندوں کے ان افعال کی حالتوں کا اثبات ایک فقیہ اپنی فقاہت اور ملکہ استنباط سے کرتا ہے۔

فقیہ کا فعل المکلف کا تجزیاتی مطالعہ

علم الفقہ میں ایک فقیہ جملہ احکام کو نہیں جانتا وہ صرف اور صرف احکام شریعت کو جانتا ہے احکام عقلیہ و فلسفہ کو جاننے کا اسے پابند نہیں کیا گیا ہے اور نہ ہی احکام حسیہ کی معرفت کو اس کے لیے لازم کیا گیا ہے اور نہ ہی احکام تجربہ کے ادراک کو اس کیلئے ضروری ٹھہرایا گیا ہے اور نہ ہی احکام وضعیہ کے علم و فہم کو اس کے لیے ناگزیر کیا گیا ہے پھر احکام شرعیہ بھی اپنی مطلق حیثیت میں جامعیت اور کلیت کا تصور رکھتے ہیں ایک فقیہ کے لیے مزید سہولت اور یسر کا پہلو اختیار کیا گیا ہے کہ وہ احکام شریعت میں سے صرف اور صرف احکام شرعیہ عملیہ ہی کو جانتا ہے ایک فقیہ بندے کے عمل شرع کو جانتا ہے اس کے جواز اور عدم جواز کا فیصلہ کرتا ہے اور اسی تصور کو علم فقہ میں فعل مکلف سے بیان کیا جاتا ہے اور علم فقہ کا موضوع یہی ہے۔

"فعل المکلف من حیث ما ثبت لہ من الاحکام الشرعیہ"[20]

احکام شریعت میں سے کونسی چیز مکلف کے فعل کے طور پر ثابت ہے علم فقہ میں فعل مکلف کا مطالعہ اس اعتبار سے کیا جاتا ہے کہ احکام شریعت میں سے کیا چیز اس کے لیے ثابت ہے اس بنا پر ایک فقیہ فعل مکلف پر نظر رکھتے ہوئے تمام افعال مکلفین کا احکام شریعت کے تناظر میں جائزہ لیتا ہے، کبھی وہ مکلف کے فعل صلاۃ کو دیکھتا ہے، کبھی وہ مکلف کے فعل بیوع خرید و فروخت کا مطالعہ کرتا ہے، کبھی وہ فقیہ مکلف کے فعل اجارہ پر نظر کرتا ہے، کبھی وہ اس کے فعل وکالت کو پرکھتا ہے، کبھی وہ اس کے فعل صوم کا مشاہدہ کرتا ہے اور کبھی وہ اس کے فعل حج کو جانتا ہے اور کبھی اس کے فعل زکوٰۃ و صدقہ کا ادراک کرتا ہے اور کبھی اس کے فعل انفاق کا تجزیہ کرتا ہے اور کبھی فقیہ ایک مکلف کے افعال جنایات کو سمجھتا ہے کبھی وہ اس کے فعل قتل کے اسباب و محرکات کو جانتا ہے اور کبھی وہ اس کے فعل قذف اور اسکے عوامل کا علم حاصل کرتا ہے اور کبھی وہ اس کے فعل سرقہ کا مشاہدہ کرتا ہے اور کبھی وہ فقیہ اس کے فعل اقرار اور فعل انکار کی جانچ پڑتال کرتا ہے غرضیکہ وہ فقیہ کبھی اس مکلف کے افعال عبادات کی گہری تفہیم حاصل کرتا ہے اور کبھی اس کے افعال معاملات کا کامل فہم اور ادراک کرتا ہے اور کبھی اس کے افعال جنایات کا اکمل تجزیہ کرتا ہے۔

مسئلہ جدیدہ اور اسکے حل کا طریق

ایک فقیہ نظر و استدلال کی صلاحیت کے ساتھ استنباط حکم شرعی کے لیے کسی نئے مسئلے کو سب سے پہلے قرآنی نصوص کے سامنے پیش کرتا ہے پھر وہاں سے اس مسئلہ جدیدہ کا حل میسر نہ آنے پر اسے احادیث رسول، نصوص نبوی پر پیش کرتا ہے وہاں سے اس مسئلہ پر سکوت اور حل میسر نہ آنے پر اس مسئلے کو اجماع امت کے اجتہاد پر

پیش کرتا ہے اور اگر اجماع امت اس مسئلہ کا حل نہ دے تو پھر ایک فقیہ اس مسئلہ جدیدہ کو ایک مجتہد کے انفرادی عمل اجتہاد پر قیاس کی حیثیت سے پیش کرتا ہے غرضیکہ ایک فقیہ ایک نئے مسئلے کا حل قرآن وحدیث رسول سے بلاواسطہ اور بالواسطہ ڈھونڈتا ہے ہر مسئلے کے حل میں حکم، اللہ اور اس کے رسول ہی کا ہوتا ہے کبھی کسی مسئلہ جدیدہ میں وہ حکم شرعی بلاواسطہ صراحۃ قرآن وحدیث رسول سے ثابت ہوتا ہے اور کبھی اس نئے مسئلے کا حکم شرعی قرآن وحدیث رسول سے بالواسطہ اجماع امت اور قیاس کے ذریعہ ثابت ہوتا ہے اجماع امت اور قیاس قرآن وحدیث رسول کے حکم کو کسی نئے مسئلے میں بالواسطہ طور پر ثابت کرنے کا نام ہے حدیث رسول ﷺ بھی وحی خفی ہے جبکہ قرآن وحی جلی ہے اس اعتبار سے اسلام میں حکم صرف اور صرف الحکم للہ ہی ہے ایک فقیہ اور ایک مجتہد کے لئے باری تعالیٰ نے آسانی اور حالت یسر پیدا کی ہے کہ وہ الحکم للہ کو کبھی براہ راست قرآن میں پاتا ہے اور کبھی بلاواسطہ احادیث میں پاتا ہے اور کبھی وہ حکم شرع اسے اجماع امت کے اجتہاد میں نظر آتا ہے اور کبھی اسے وہ حکم شرع قیاس میں اور ایک مجتہد کے فعل اجتہاد میں دکھائی دیتا ہے اور کبھی وہ حکم شرع، قیاس جلی کو چھوڑ کر قیاس خفی، استحسان میں پاتا ہے جو حکم شرع لوگوں کے لیے زیادہ سہولت لاتا ہے اور جو حکم شرع ان کی ضرورتوں کے زیادہ قریب اور زیادہ موافق ہوتا ہے اسی کو استحسان کہتے ہیں [21]

کبھی وہ حکم شرعی کو مصالح مرسلہ میں تلاش کرتا ہے اور ایک فقیہ مصالح مرسلہ میں کسی شرعی ضرورت اور کسی شرعی مصلحت کو بنیاد بنا کر فیصلہ کرتا ہے اس صورت میں قرآنی نص سے نہ ہی اس چیز کے اصل پر صریحی شہادت ملتی ہیں اور نہ ہی اس کے لغو اور باطل ہونے پر کوئی صریح شرعی ثبوت ملتا ہے ایسے مصالح عمومی طریق پر پورے اترتے ہیں اور عقل بھی ان کی قبولیت پر مہر تصدیق ثبت کرتی ہے اسی طرح ایک فقیہ کبھی کسی نئے مسئلے کا حل عرف وعادت میں شرعی اطلاقات کے ذریعے واضح معلوم کرتا ہے اس حوالے سے شاہ ولی اللہ نے کیا کہا ہے: "ھی مادۃ تشریعہ" [22]

عرف وعادت بھی ایک دلیل شرعی ہے اور اس پر دلیل رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

"ونهى عن الرسوم الفاسدة وامر بالصالحة" [23]

رسول اللہ ﷺ نے فاسد رسموں سے منع کیا ہے اور اچھی رسموں کے قبول کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے فقہاء اسلام نے کہا ہے قول یا عمل میں جمہور کی عادت کا نام ہی عرف ہے [24]

غرضیکہ ایک فقیہ کسی نئے مسئلے کا حل کبھی استصحاب کے ذریعے تلاش کرتا ہے کبھی مذہب صحابی سے مدد لیتا ہے اور کبھی ماقبل شریعتوں کی مأذون تعلیمات کے ذریعے سے اس کے مسئلے کا حل ڈھونڈتا ہے۔

حکم فقہ کی اصلیت اور حقیقت

اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو اپنے حکم کا پابند کیا ہے وہ حکم شرعی کیا ہے جس کو علم فقہ میں ایک مکلف کے لئے جاننا ضروری ہے اس حکم شرعی کو اصولیین اور فقہاء نے ان الفاظ سے متعارف کرایا ہے۔

"الحکم، خطاب الله المتعلق بأفعال المكلفين طلبا او تخييرا أو وضعا"[25]

حکم سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں سے خطاب کرنا ہے وہ خطاب جس کا تعلق بندوں کے اپنے افعال بجالانے سے ہوتا ہے اس خطاب کے ذریعے اللہ رب العزت کسی فعل کو اپنے بندوں سے لازمی وجوبی طور پر ادا کرنے کا تقاضہ کرتا ہے کبھی اس خطاب میں اپنے بندوں کو اس فعل کے کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیتا ہے اور کبھی کسی فعل کو دوسرے فعل کے لیے شرط اور سبب سے بنادیتا ہے۔

شریعت اسلامی کی اصل "اِنِ الحُکمُ اِلَّا لِلّٰہ"[26] اسی آیت کریمہ سے اصولیین اور فقہاء نے یہ اصول اخذ کیا ہے:

"لا حُکمَ اِلَّا اللہ"[27]

دین اسلام میں اصل حکم تو اللہ رب العزت کا جاری و ساری ہے قرآن کے ذریعے بلاواسطہ اور حدیثِ رسول اجماع امت اور قیاس اور دیگر ذرائع ودلائل شرع کے ذریعے بالواسطہ جاری وساری ہے یہی وجہ ہے جب ہم اس حکم الٰہی میں غور وفکر کرتے ہیں تو یہ حکم اپنی انواع میں اور مختلف علوم میں تین صورتوں میں متشکل ہوتا ہوا نظر آتا ہے ایک حکم عقیدہ ہے دوسرا حکم خلقیہ ہے تیسرا حکم عملیہ ہے، اس حکم کو مفرد سے جمع کی طرف منتقل کرتے ہوئے ہم اس کو انواع الاحکام سے تعبیر کرتے ہیں۔ احکام الاعتقادیہ، احکام الخلقیہ اور احکام العملیہ[28]

احکام اعتقادیہ کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو بندے پر لازم اور واجب کرتی ہیں کہ وہ بندہ اللہ کی ذات وصفات کے بارے میں عقیدہ صحیحہ اختیار کرے، ملائکہ کے بارے میں عقیدہ اسلام پر خود کو قائم کرے، کتابوں کے الہامی ہونے کا عقیدہ تسلیم کرے اور رسولوں اور نبیوں کی بعثت پر ایمان لائے اور آخرت کے وقوع کا پختہ یقین رکھے جبکہ احکام خلقیہ یہ ہیں کہ انسان اپنے اقوال، افعال، احوال اور اخلاق میں سے جس جس چیز کو اپنے وجود میں سموئے وہ ہر قول و فعل اور خلق و کردار افضل ہی افضل ہو یہاں تک کہ انسان سراپا فضائل بن جائے اور اسی طرح اپنے ہر قول و فعل کو رزائل سے بچائے، ہر قولِ رزیل اور ہر فعلِ اسفل سے خود کو مبرا رکھے اسی طرح احکام عملیہ میں یہ ہے کہ بندے کو دیکھا اور پرکھا جائے کہ اس سے کونسے اقوال صادر ہوتے ہیں؟ کونسے افعال کا ظہور ہوتا ہے؟ اور وہ اپنی زندگی میں کونسے عقودات اور تصرفات کرتا ہے؟ اور اپنی زندگی کی عبادات کو کیسے ادا

کرتا ہے اور زندگی کے معاملات کو کیسے نبھاتا ہے؟ اور اگر تیسری قسم کو صرف اور صرف قرآن کی نظر سے دیکھیں تو اسے فقہ القرآن کہتے ہیں مگر اسے چونکہ دیگر دلائل شرع کی روشنی میں بھی اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیم کے مطابق بھی دیکھا جاتا ہے اس لیے اسے عمومی نام فقہ الاسلامی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔[29]

حکم شرع سے تعلق باللہ کا قیام

علم فقہ اور احکام عملیہ میں ایک بندے کا دو چیزوں سے تعلق قائم کیا جاتا ہے اور پھر اس تعلق کی مختلف جہتوں کا مطالعہ کیا جاتا ہے ایک بندہ اور ایک مکلفِ شرع جب اپنا تعلق اللہ کی ذات کے ساتھ قائم کرتا ہے تو اس تعلق کو عبادت سے تعبیر کیا جاتا ہے رب سے اس کا تعلق کبھی فعل صلاۃ کے ذریعے قائم ہوتا ہے، کبھی اس کا تعلق فعل زکوٰۃ کے ذریعے استوار ہوتا ہے، کبھی اس کا تعلق خدا سے صوم کے ذریعے نکھرتا ہے اور کبھی اس کا تعلق اپنے مولا سے حج کے ذریعے اپنی شناخت کرواتا ہے اسی طرح ہر ہر فعل شریعت بندے کا تعلق اپنے رب سے قائم کرتا ہے ان سب چیزوں کو مجموعی صورت میں عبادت اور عبادات سے تعبیر کرتے ہیں ان سارے افعال شرعیہ اور ان ساری عبادات کا مقصد یہ ہے کہ:

"یقصد بها تنظیم علاقة الانسان بربه"[30]

ان عبادات کے ذریعے انسان کا مستقل اور مسلسل ربط و تعلق اپنے رب کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے گویا عبادت بندے کا اپنے رب سے وہ تعلق ہے جو مستقل ہو اور مسلسل ہو اور اس میں کبھی انقطاع نہ آئے اسلام نے یہی عبادت کا تصور اپنے ماننے والوں کو دیا ہے کہ تم گھر میں رہ کر گھر والوں کی کفالت کر رہے ہو اور تو یہ بھی عبادت ہے اور تم بازار میں تجارت کر رہے ہو اور حلال کسب کر رہے ہو تو یہ عمل بھی عبادت ہے اور عبادات کے ہر عمل میں استقلال ہے اور تسلسل ہے اسی طرح ایک فعل شریعت بندے کا بندے سے تعلق قائم کرتا ہے ایک انسان دوسرے انسان سے کیسے معاہدات کرتا ہے کس طرح اپنے تصرفات قائم کرتا ہے اور کس طرح اپنے نفس کے ساتھ اور دوسروں انسانوں کے ساتھ جنایات کا ارتکاب ہے یہ ساری چیزیں ایک انسان کا دوسرے انسان سے تعلق و علاقہ قائم کرتی ہیں ان ہی انسانی تعلقات کو معاملات کا نام دیا جاتا ہے[31]

احکام المعاملات کی حقیقت اور اہمیت

ان ہی احکام المعاملات کو عصر حاضر میں متعدد انواع و اقسام میں ذکر کیا جاتا ہے جس میں سب سے پہلے احکام احوالِ الشخصیہ آتے ہیں یہ احکام ایک خاندان کے معاملات سے تعلق رکھتے ہیں ایک خاندان کی تشکیل کیسے ہوتی ہے اور خاندان کی پہلی اکائی زوجین کے باہمی معاملات کیسے ہونے چاہیں اور عزیز و اقارب کے ساتھ تعلقات کیسے

استوار ہونے چاہیں ان مسائل کو قرآن حکیم کی ستر سے زائد آیات اجاگر کرتی ہیں اسی طرح احکام المدینہ بھی احکام المعاملات کے تحت آتے ہیں ان احکام کا تعلق افراد کے لین دین کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ تعلق ایک دوسرے کے ساتھ خرید و فروخت کے لیے قائم کرتے ہیں؟ قرض میں رھن اور گروی کے معاملات کیسے نبھاتے ہیں؟ کفالت اور شراکت کے معاملات کیسے ادا کرتے ہیں؟ اپنے وعدے اور معاہدات کس طرح پورے کرتے ہیں؟ اور اس میں بطور خاص اپنے مالی معاملات میں کیا طریقہ وروش اختیار کرتے ہیں؟ اسی طرح کے ہر حقدار کو اس کا حق مل جائے ان ساری چیزوں کو احکام المعاملات کی اس قسم میں قرآن حکیم کی تقریباً ستر آیات کے ذریعے معلوم کیا جاتا ہے۔[32]

اسی طرح احکام المعاملات میں سے ایک قسم احکام الجنائیہ بھی ہیں اس قسم میں ایک مکلف شرعی سے جو جرائم سرزد ہوتے ہیں جن کی بنا پر وہ سزا اور عقوبت کا مستحق بنتا ہے جرم پر یہ سزا اور عقوبت اس بنا پر ہے کہ انسانی زندگی کو زیادہ سے زیادہ محفوظ کیا جائے اور لوگوں کے مالوں کو مکمل محفوظ کیا جائے اور ان کی عزتوں کی محافظ اور پاسبان خود عقوبت و سزا ہی ٹھہر جائے یوں ان کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا جائے اور اس سزا و عقوبت کے ذریعے ایک مجرم کے ساتھ جرم کے تعلق کو محدود کیا جاتا ہے ان احکامات کے تحت تقریباً تیس آیات ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔[33]

اس طرح احکام المعاملات میں سے احکام المرافعات آجاتے ہیں اور ان کو احکام المخاصمات بھی کہتے ہیں ان احکام میں عدالتوں کے قضا کے معاملات آجاتے ہیں اسی طرح شہادت و گواہی کے احوال آجاتے ہیں اور یمین و قسم کی چیزیں بھی آجاتی ہیں ان احکام کے ذریعے لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کی اقدار کو فروغ دیا جاتا ہے اور اسی قسم کے حوالے سے تقریباً تیرہ کے قریب آیات ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔[34]

ان ہی احکام المعاملات کے تحت احکام الدستوریہ بھی آجاتے ہیں جس میں نظام حکومت کے طریق کار اور اس کے اصولوں کو بیان کیا جاتا ہے اور ان احکام سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ محکوم اور حاکم کے درمیان تعلقات کو کیسے قائم کیا جائے؟ اور افراد اور معاشرے کے حقوق ریاست کے ذمے کیا کیا ہیں؟ ان کو بیان کیا جاتا ہے اور واضح کیا جاتا ہے دس کے قریب قرآنی آیات صراحتاً اس موضوع کو بیان کرتی ہیں اسی طرح احکام المعاملات کے تحت احکام الدولیہ بھی آجاتے ہیں ان میں ایک اسلامی حکومت کے دوسری حکومتوں کے ساتھ معاملات کو بیان کیا جاتا ہے اور بین الاقوامی معاملات کا تذکرہ کیا جاتا ہے ان احکام کے بیان کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اسلامی

ریاست کو امن اور جنگ کے درمیان اپنے تعلقات کو کیسے قائم کرنا ہے؟ ایک اسلامی ملک میں بسنے والے باشندوں کے حقوق کو بیان کیا جاتا ہے اس موضوع پر تقریباً پچیس کے قریب آیات ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔[35]
اسی طرح احکام المعاملات میں احکام الاقتصادیہ اور احکام العدلیہ بھی آجاتے ہیں ان احکام میں ایک سائل اور ایک محروم شخص کے مالی حقوق کو بیان کیا جاتا ہے اور اس کے یہ مالی حقوق امیروں کے مالوں سے پورے ہوتے ہیں اسی طرح ایک اسلامی ملک کے ذرائع آمدن اور اخراجات کیا کیا ہیں؟ ان کا ذکر کیا جاتا ہے ان احکام کے بیان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ معاشرے کے امیروں اور غریبوں کے درمیان مالی معاملات میں توازن پیدا کیا جائے اور اسی طرح حکومت اور رعایا کے مالی معاملات میں توازن پیدا کیا جائے اس طرح کے موضوع پر بھی دس کے قریب آیات صراحتاً ہماری رہنمائی کرتی ہیں۔[36]

احکام شرع میں عقل کا انحصار

جب ہم فقہ القرآن پر غور وفکر کرتے ہیں تو ہم یہ جانتے ہیں کہ جو احکام العبادات ہیں اور احکام الشخصیہ اور احکام المواریث ہیں یہ قابل تغیر و تبدیل احکام نہیں ہیں یہ احکام تعبدی ہیں ان میں عقل کو زیادہ دخل نہیں ہے اس اعتبار سے زمانے کے ساتھ یہ تبدیل نہیں ہوتے ہیں اور عقل ان کے لیے مختلف ہیئتوں کو متشکل نہیں کرتی ہے اور زمانے کے بدلنے کے ساتھ ان کو بدلا نہیں جاتا ہے زمانے کا تغیر ان احکام کی حالت قضائیہ کو تبدیل نہیں کرتا ہے جبکہ ان کے برعکس احکام المعاملات میں احکام المدینہ، احکام الجنائیہ، احکام الدستوریہ، احکام الدولیہ اور احکام الاقتصادیہ یہ زمانہ کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں اس میں اسلام نے عقل کے دخل کو زیادہ قائم کیا ہے اس حوالے سے قرآن حکیم نے بنیادی اور اساسی رہنمائی فراہم کی ہے اور ان احکام کے بنیادی اصول وضوابط کا تعین کر دیا ہے اس میں اصولی چیزوں کی رہنمائی دی ہے تفصیلی چیزوں سے اعراض کیا ہے ان کے مصالح اور فوائد کا تعین مجتہدین کے اجتہاد اور انکی آراء پر چھوڑ دیا ہے وہ بدلتے زمانے کے ساتھ قرآن وسنت کی روشنی میں ان میں قانون سازی کریں اور اپنے اپنے حالات کے مطابق قوانین وضعیہ تشکیل دیں مگر سارے کے سارے یہ ریاستی اور تعزیری قوانین اس طرح تشکیل دیں کہ کوئی ایک بھی قانون قرآن وسنت کی اساسی تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔

خلاصہ کلام:

دین اسلام نے فقہ کی ضرورت واہمیت اسکی افادیت اور عصری معنویت اور موثریت کے حوالے سے یہ رہنمائی دی ہے قرآن کے احکام اور اوامر ونواہی کی بنیاد عدم حرج، قلت تکلیف اور تدریج پر رکھی گئی ہے عدم حرج یہ

ہے کہ ان قوانین اسلامی میں کسی قسم کی تنگی اور حالت ضیق نہ ہو[37] اور ان میں آسانی اور سہولت کا پہلو غالب ہو اور یہ ہر قسم کی تنگی اور دشواری سے ماوراہوں ایسی تنگی جو بندوں کے لئے تکلیف "ما لا یطاق" بن جائے اور ان کی برداشت سے باہر ہو جائے تو اس بناپر اسلام قانون سازی میں بندوں کی حالت یسر کو حالت عُسر پر ترجیح دیتا ہے اللہ اور اسکا رسول سارے قوانین اسلامی اور حدود اسلامی میں شان یسر کو اپنی پہچان بنائے ہوئے ہیں اس لیے ارشاد فرمایا: يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ[38] (اللہ تمھارے لیے آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے لئے دشواری اور تنگی نہیں چاہتا) اسی طرح سورۃ الحج میں ارشاد فرمایا: وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ[39] (اللہ نے دین کے معاملے میں تمہارے لئے کوئی تنگی نہیں رکھی گئی ہے) اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد اور دین کی حقیقت کو سمجھاتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: "بعثت بالحنفية السمحة"[40] میں آسان دین حنیفی دے کر بھیجا گیا ہوں اسی آسان دین کو رسول اللہ ﷺ نے "احب الدين الى الله" قرار دیا ہے اللہ دین میں آسانی اور یسر کو ہی پسند کرتا ہے اس لیے اسلام کا سب سے بڑا تعارف ہی یہ ہے کہ: "لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام"[41] اسلام کسی کو تکلیف و اذیت دینے کا نام نہیں ہے اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک اپنی امت کے علماء، فقہاء اور ائمہ دین کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: "عَنْ أَنَسٍ،عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم قال :يسروا ولا تعسروا،وبشروا ولا تنفروا"[42] دین میں آسانیاں پیدا کر کیا کرو، دین میں تنگیاں و دشواریاں پیدا نہ کیا کرو، لوگوں کو خوشخبریاں دیا کرو اور لوگوں کو دین سے متنفر نہ کیا کرو۔

رسول اللہ ﷺ یہ خواہش اور آرزو رکھتے ہیں کہ ان کی اُمت ہر نماز میں مسواک کرے اپنے منہ اور اپنے دانتوں کی اچھی طرح صفائی و ستھرائی کرے اور اس مقصد کے لیے مسواک کا استعمال کرے اس لئے اسی منہ اور اسی زبان سے اس کائنات کا سب سے بڑا نام اور سب سے پاک نام لینا ہے اس نام کا ذکر کرتے ہوئے ہو زبان اپنی ظاہری طہارت کی بلندیوں اور رفعتوں پر ہو اسی لئے فرمایا: "لولا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة"[43] اگر مجھے اس بات کا اندیشہ نہ ہو تا کہ میری امت مشقت میں پڑ جائے گی تو میں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا وجوبی حکم دیتا رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو حرج و تنگی سے بچانے کے لیے ہر نماز میں مسواک کا حکم نہیں دیا ہے اور اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ عمل مسلسل پانچ نمازوں میں کرنا میری امت کے لیے تکلیف، اذیت، مشقت اور دشواری کا باعث بن جائے اس سبب کی وجہ سے باوجود اپنی

خواہش و آرزو کے اُمت کوئی حکم نہیں دیا ہے لاشبہ دین اسلام میں کسی قسم کی تنگی و دشواری اور کسی بھی نوع کا کوئی حرج نہیں پایا جاتا ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ قرآنی و نبوی تعلیمات اور فقہ اسلامی میں قلت تکلیف کا اصول بھی پایا جاتا ہے اس حوالے سے قرآن نے اصولی رہنمائی یوں دی ہے۔ ارشاد فرمایا ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[44] اللہ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا ہے اس آیت کریمہ کی رو سے تکلیف بندوں کے احکام العبادات اور احکام المعاملات کے تحت اپنی ذمہ داریاں نبھانا ہے اور ان دونوں احکام پر کاملا عمل بجا لانا ہے یہ ساری ذمہ داریاں انسان کی بساط و طاقت اور قدرت و استعداد میں ہیں کوئی ذمہ داری اس کی طاقت و قوت سے باہر نہیں ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ باری تعالیٰ اپنے بندوں کو قلت تکلیف اور تخفیف فرض کی سہولت بھی عطا کرتا ہے اس کے لیے ارشاد فرمایا: يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا[45] اللہ چاہتا ہے تمہارے بوجھ کو تم سے ہلکا کرے اور امر واقع یہ ہے کہ انسان اپنی طبیعت میں کمزور پیدا کیا گیا ہے اس لئے رسول اللہ ﷺ کا منصب نبوت و رسالت عالم انسانیت سے بہت سے ناروا بوجھ اتارنے کا سبب بنا ہے اور اس حقیقت کو قرآن نے یوں واضح کیا ہے: وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ[46] بے شمار طرح کے بوجھ اور ہر طرح کی سختیاں اور پابندیاں انسانوں کے لئے تکلیف و اذیت کا باعث تھیں رسول اللہ ﷺ نے اپنی بعثت کے ساتھ انسانوں کو ان ناروا بوجھوں سے آزاد کرایا ہے جن کی وجہ سے آج انسانوں کو اپنے فرائض بندگی کی ادائیگی میں سہولت اور یسر کی حالت میسر ہے۔

دین اسلام میں فقہ اسلامی کی عصری معنویت اور موثریت کے حوالے سے یہ رہنمائی ملتی ہے کہ فقہ اسلامی کے تمام احکام اور امر و نواہی کی بنیاد عدم حرج، قلت تکلیف اور تدریج پر رکھی گئی ہے ان میں کسی قسم کی تنگی و ضیق نہیں ہے، آسانی کا پہلو غالب ہے اور تمام احکامات میں کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالا گیا یہ تمام اصول اور مذکورہ بالا ساری تعلیمات ہمیں دعوت فکر دیتی ہیں ہم تمسک بالقرآن کو اپنا شعار حیات بنائیں اور تمسک بالسنہ کو اپنی حیات کی شناخت بنائیں اور فقہ القرآن اور فقہ الحدیث والسیرۃ کے ذریعے فقہ الاسلامی کی حقیقتوں کو سمجھیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام ہی ہماری زندگی کے فرائض ہیں اور ہم اپنے فرائض بندگی میں کوئی کوتاہی نہ کریں اور ان کی ادائیگی میں پابندی کو اپنی عادت مستقلہ بنائیں اس فرضِ عمل کی مواظبت ہی ہمیں قربتِ الٰہیہ اور معرفت الٰہیہ تک لے جائے گی۔

تجاویز وسفارشات

اس بحث کی روشنی میں مزید استفادہ اور معاشرتی ضروریات کے پیش نظر درج ذیل چند سفارشات کی پاسداری ضروری نظر آتی ہے۔

1. آج علم فقہ کے طلباء، علماء اور حاملین فقہ کو علم فقہ کے حقیقی مناظر کے لئے قرآنی تصور فقہ کی طرف لوٹنا ہوگا اور یہ ثابت کرنا ہوگا کہ مروج علم فقہ صرف چند محدود مسائل کو بیان کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ اپنے اندر ایک ایسی وسعت رکھتا ہے جو دینی و دنیاوی ہر پہلو اور ہر زمانے کے مسائل کا حل پیش کر سکتا ہے۔
2. علم فقہ اپنے ارتقائی سفر سے ہی ایک جامع علم کا نام تھا اس کے مفہوم میں تنگی نہیں تھی بلکہ وسعت پائی جاتی تھی اسی امر کے پیش نظر علم فقہ کی وسعت اور جامعیت کی عصری احتیاج اور موثریت کو ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔
3. کامیابی ونجات کی طرف گامزن اور گمراہی سے بچنے کے لیے تمسک القرآن والسنہ ہی واحد ذریعہ ہے فقہ اسلامی درحقیقت مجموعی طور قرآن وسنت کے دلائل سے آراستہ ہوتی ہے تو فقہ اسلامی کی عصری احتیاج و موثریت آج کے مسلمان کے لیے فلاح وکامرانی کا باعث ہے اور ضلالت سے بچانے کا بھی ذریعہ ہے۔
4. فقہ اسلامی کی وسعت وجامعیت اس امر کا بھی تقاضا کرتی ہے کہ اس کی عصری احتیاج وموثریت کے لیے ورکشاپس، سیمینارز اور کانفرنسز کا اہتمام کیا جائے تاکہ لوگوں کو اس کی اصل حقیقت اور اہمیت سے آگاہی دی جاسکے۔

حوالہ جات(References)

1 القرآن،122:9

Al Qurān, 9:122

2 زیدان، عبد الکریم، **الوجیز فی اصول فقہ**،(لاہور: اسلامی اکادمی)، ص:8

Zaīdān, ‘Abdūl, *Al-wajīz fī uṣūl al-fiqh*, (Lahore: Islāmī akādmī), p.8

3 ابن منظور الافریقی ، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم ،**لسان العرب**،(بیروت : دار صادر ، مادہ الفقہ)، ج:13، ص:522

Ibn Manẓūr, Jamāl al-Dīn Abū al-Fadl Muhammad bin Mukarram, *Lisān al-ʿArab*, (Bīrūt: Dār e ṣādar, Mādah al fiqh), V.13, p.522

4 زیدان، عبد الکریم، **الوجیز فی اصول فقہ**، ص:8

Zaīdān, ‘Abdūl, Al-wajīz fī uṣūl al-fiqh, p.8

5 ایضاً، ص:8

Ibid, p.8

6 ایضاً، ص:8

Ibid, p.8

7 القرآن،91:11

Al Qurān, 11:91

8 القرآن،78:4

Al Qurān, 4:78

9 امینی، محمد تقی، **فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر**،(لاہور: اسلامک پبلیکیشنز)، ص:23

Ameeni, Muhammad Taqi, *Fiqh-e-Islami Ka Tareekhi Pas-Manzar*,(Lahore: Islamic Publications), p.23

10 الغزالی، ابو حامد، **احیاء العلوم**،(مترجم: مولانا محمد صدیق)لاہور: پروگریسو بکس، 2012، ج:1 ص:24

Al-Ghazālī, Abū ḥāmad, *Iḥyāʾ ʿulūm*, (Mutarjam: Mulana Muhammad Saddique) Lahore: Progressive Books, 2002,V.1,p.24

11 الغزالی، ابو حامد "**المستصفی**"(لاہور: ادارہ القران)، ص:3

Al-Ghazālī, Abū ḥāmad, *Al-Mustasfā*, (Lahore:Adara al Quran), p.3

12 ابن منظور الافریقی، ابو الفضل جمال الدین محمد بن مکرم، **لسان العرب**، مادہ الفقہ، ج:13، ص:522

Ibn Manẓūr, Jamāl al-Dīn Abū al-Fadl Muhammad bin Mukarram, (*Lisān al-ʿArab*, Mādah al fiqh), V.13, p.522

13 ابن حاجب، جمال الدین، **کتاب المختصر المنتہی الاصولی**،(قاہرہ: دار لکتب)، ص:3

Ibn Rajab, Jamāl al-Dīn, *Kitab al Mukhtaṣar al-Muntahá al-uṣūlī*, (Qāhirah, Dār al

kutab), p.3

14 آمدی، ابو الحسن سید الدین علی بن ابی علی، الحکام فی اصول الاحکام، (بیروت: دار الفکر)، ج:1 ص:9

Āmidi, Abu al ḥussan sayyīd al Dīn Alī bin abī Alī, *Al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām,* (Bīrūt: Dār al fikar), v.1, p.9

15 ملا علی قاری، شرح فقہ الاکبر، (کراچی: قدیمی کتب خانہ)، ص:10

Mulla 'Alī Qārī, *Sharḥ al-Fiqh al-Akbar,* (Karachi: Kadimi kutab khana),p.10

16 البہاری، محب اللہ، مسلم الثبوت مع حاشیہ، (کوئٹہ: المکتبہ الرشیدیہ، 2008)، ص:7

Al Bahārī, Muḥib Allah, Muslim al thbūt ma' ḥāshīh, (Quetta: al Maktaba al Rashidiha, 2008), p.7

17 القرآن، 187:2

Al Qurān, 2:187

18 القرآن، 122:9

Al Qurān, 9:122

19 صدر الشریعہ، عبید اللہ بن مسعود، التوضیح، (کراچی: قدیمی کتب خانہ)، ج:1، ص:28

Ṣadr al-Ṣharīʿh 'Abīd' Allah bin Mas 'ūd, *Al-Tūḍīḥ,* (Karachi: Kadimi kutab Khana),V.1,p.28

20 عبد الوہاب خلاف، علم اصول الفقہ، (الازھر: دار الفدا الجدید جامعۃ الازھر)، ص:12

Abdul al Wahāb Khlāf, '*Ilm Uṣūl al-fiqh,* Al-Azhar,(Dār al fidā al Jadīd Jam'ah al Azhar), p.12

21 السرخسی، شمس الدین، المبسوط، (بیروت: دار لمعرفۃ، 1989)، ج:1 ص:145

Al-Sarkhsī, Shmas al-Dīn, *Al-Mabsūt,* (Bīrūt: Dār al-Mu'arfa, 1989),v.1, p.145

22 دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، (مترجم: مولانا عبد الرحیم) لاہور: قومی کتب خانہ، 2009، ص:123

Dehlwī, Shāh Walī Allāh, *Ḥujjat Allāh al-Bāligha,* (Translator: Mulana Abdul al Raheem), Lahore:Qaumi Kutab khana, 2009,p.123

23 ایضاً، ص:124

Ibid, p. 124

24 تقی امینی "فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر" ص:272

Ameeni, Muhammad Taqi, Fiqh-e-Islami Ka Tareekhi Pas-Manzar, p.272

25 آمدی، سیف الدین، الاحکام فی اصول الاحکام، (الازھر: المکتب الاسلامی، 1402ھ)، ج:1، ص:136

Āmidi, Abu al ḥussan sayyīd' al Dīn Alī bin abī Alī, *Al-Iḥkām fī Uṣūl al-Aḥkām,* (Al-Azhar: Al-Makt'ūb al-Islāmī), v.1, p.9

26 القرآن، 57:6

Al Qurān, 6:57

27 القرآن، 57:6

Al Qurān, 6:57

28 عبدالوہاب خلاف، **علم اصول الفقہ**، ص:34

‘Abdul al Wahāb Khlāf, ‘*Ilm Uṣūl al-fiqh*, p.34

29 ایضاً، ص:34

Ibid,p.34

30 ایضاً، ص:35

Ibid,p.35

31 ایضاً، ص:35

Ibid,p.35

32 ایضاً، ص:36

Ibid,p.36

33 ایضاً، ص:36

Ibid,p.36

34 ایضاً، ص:36

Ibid,p.36

35 ایضاً، ص:37

Ibid,p.37

36 ایضاً، ص:37

Ibid,p.37

37 رازی، امام فخر الدین، **تفسیر الکبیر**، (مترجم: مفتی محمد خان) لاہور: ادارہ تحقیقات اسلامیہ، 2010، ج:2، ص:138

Al-Rāzī, Imām Fakhr’ *al-Dīn, Tafsīr al- Kabīr* (Translator: Mufti Muhammad Khan), Lahore: Idara Tahqeeqat Islamia,2010,v.2, p.138

38 القرآن، 185:2

Al Qurān, 2:185

39 القرآن، 78:22

Al Qurān, 22:78

40 الطبرانی، سلیمان احمد بن ایوب، **المعجم الکبیر**، (القاھرہ: المکتبۃ تیمیہ، 2008)، حدیث نمبر: 7883، ج:8، ص:265

Ṭabarāni, Sulaymān bin Aḥmad ibn Ayūb, *Al-Muʿjam al-Kabīr*, (Qāhirah: Al-Maktabah Taīmīya,2008,) Hadith,7883, v.8,p.265

41 محمد خاں مفتی، **معارف الاحکام**، (لاہور: کاروان پبلی کیشنز)، ص:217

Muhammad Khan Mufti, *Al-Mu‘arif al-Aḥkām*, (Lahore: Karwan publications), p.217

42 بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، کتاب العلم، حدیث نمبر:69

Bukhārī, Abū ’Abdullāh Muḥammad ibn Ismā‘īl, *Al-Jāmi ul Sahīh*, Ṣaḥīḥ, Kītāb al-

'Ilm, Hadith no.69

43 النسائی، احمد بن شعیب، **السنن**، کتاب الطھارۃ، حدیث نمبر:7

Al-Nasa'i, Aḥmad bin Shu`ayb, *Al-Sunan*, Kitāb al-ṭahārah, Hadith no.7

44 القرآن، 2:286

Al Qurān, 2:286

45 القرآن، 4:28

Al Qurān, 4:28

46 القرآن، 7:157

Al Qurān, 7:157